بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

فنِّ شاعری اور اُس کی حقیقت

﴿ تنقیدی جائزہ ﴾

محراب خاورؔ

﴿جملہ حقوقِ اشاعت بحقِ مصنف محفوظ﴾

☆ کتاب	فنِ شاعری اور اُس کی حقیقت
☆ مصنف	محراب خاورؔ
☆ صفحات	176
☆ اشاعتِ اوّل	اکتوبر 2010ء
☆ ناشر	دارُالادب گوجر خان
☆ نظرِ ثانی	ایڈووکیٹ نایاب خاور، قاسم اقبال جلالی
☆ تعداد	ایک ہزار
☆ کمپوزر	احتشام خاور
☆ قیمت	300 روپے

﴿ زیرِ سرپرستی ﴾

ادب آمیز و ادب آموز سلسلۂ اشاعت

دارُالادب، گوجر خان

عنوانات (حصہ اوّل)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	راہنما تخلیق از قاسم اقبال جلالی	5	32	بیت (چومصرعہ)	51
2	استدراک از محراب خاور	7	33	نظم معرّیٰ۔ نظم آزاد	54
3	ادب کیا چیز ہے؟	10	34	نثر اور اُس کی اصناف	56
4	ادب کی اقسام کیا ہیں؟	11	35	نثر کی اقسام	56
5	قسم اوّل۔ نظم	12	36	تنقید نگاری۔ تنقید کیا چیز ہے؟	57
6	شعر کے مختلف حصے	13	37	تنقید کی اقسام	60
7	وزن یا بحر	13	38	نظری تنقید	60
8	ردیف	14	39	عملی تنقید	60
9	قافیہ	15	40	مختلف تنقیدی دبستان	61
10	مطلع	16	41	تشریحی تنقید	61
11	مقطع	17	42	رومانی تنقید	61
12	اصنافِ شاعری	18	43	جمالیاتی تنقید	62
13	حمد	18	44	تاریخی تنقید	63
14	نعت	20	45	تاثراتی تنقید	63
15	منقبت	22	46	عمرانی تنقید	64
16	معراج نامہ	23	47	سائنٹفک تنقید	64
17	نور نامہ	25	48	مارکسی تنقید	65
18	حلیہ نامہ	26	49	نفسیاتی تنقید	65
19	جنگ نامہ	27	50	تقابلی تنقید	66
20	مرثیہ	28	51	تنقید اور تخلیق	67
21	دوہا - دوہڑہ - شلوک	29	52	تنقید اور تحقیق	68
22	مثنوی	30	53	تنقید اور نفسیات	69
23	رباعی	31	54	تنقیدی اصولوں کی ضرورت	70
24	قطعہ	32	55	سادہ ادب	71
25	مخمس	33	56	تخلیقی ادب	71
26	مسدس	34	57	نقد و نظر کے چند اصول	72
27	سی حرفی	34	58	علم عروض	74
28	گیت	38	59	بحروں کی تعداد اور تعارف	78
29	غزل	39	60	عروضی اصطلاحات	79
30	بارہ ماہ	43	61	زحافات	80
31	کافی	47	62	تقطیع	81

عنوانات (حصہ دوم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	شاعری اور شعر کی حقیقت	82	18	توارد یا التباس	110
2	شاعر	83	19	اقسامِ شعر	112
3	شاعری کے اصلی عناصر	85	20	شعر کی اصل خوبیاں	112
4	محاکات اور تخئیل کی تعریف	86	21	اقسامِ شاعری	114
5	تخئیل کی بے اعتدالی	90	22	مذہبی شاعری	114
6	تشبیہ و استعارہ کی تعریف	91	23	صوفیانہ شاعری	115
7	تشبیہ و استعارہ کی ضرورت	91	24	عاشقانہ یا رومانی شاعری	116
8	جدتِ ادا	92	25	مزاحیہ شاعری	119
9	حسنِ الفاظ	93	26	جدید شاعری	120
10	سادگی و سہل پسندی۔ سادگی ادا	95	27	رجزیہ شاعری	122
11	جملوں کے اجزاء کی ترکیب	96	28	نیچرل شاعری	125
12	واقعیت	97	29	رزمیہ شاعری	126
13	شعر کیوں اثر کرتا ہے؟	98	30	مزاحمتی شاعری	127
14	شاعری کا استعمال	101	31	علمِ بدیع۔ شعری صنعتوں کا استعمال	131
15	شعر اور شاعری کی عظمت	104	32	فنِ بلاغت	144
16	شاعری کے نقائص	105	33	علمِ بیان	145
17	سرقہ	108	34	نمونہ کلام (احمد علی سائیںؒ)	152

5

راہنما تخلیق

پنجابی پوٹھوہاری ادب میں حاجی محراب خاؔور صاحب کی شخصیت کسی خصوصی تعارف کی محتاج نہیں اور اُنکا علمی، ادبی اور فنی معیار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ محراب خاؔور صاحب کی درجنوں تصانیف اہلیانِ علم سے دادو تحسین حاصل کر چکی ہیں اور اُنکے بیسیوں شاگرد پنجابی پوٹھوہاری ادب کو نت نئے زاویہ ہائے نظر فراہم کرنے میں مصروف ہیں۔ حاجی محراب خاؔور صاحب جو قبل ازیں خود کو ایک عمدہ صاحبِ طرز شاعر، مترجم اور مشرّح ثابت کر چکے ہیں' کی زیرِ نظر کتاب ''فنِ شاعری اور اُس کی حقیقت'' پنجابی پوٹھوہاری ادب میں نقد و نظر کے حوالے سے، ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ خصوصاً نو وارد شعراء کیلئے یہ ایک راہنما تخلیق ہے۔ بلا مبالغہ اِس تصنیف کو شعراء کیلئے ٹیکسٹ بُک کہا جاسکتا ہے۔ فاضل مصنّف نے اس کتاب کے مندرجات کی تحقیق و تخریج کیلئے انتھک محنت و جستجو کی اور بلا مبالغہ اُنہوں نے پورا فارسی، اُردو اور پنجابی ادب کھنگال ڈالا' تب کہیں جا کر وہ اپنے گوہرِ مقصود تک پہنچے۔ فاضل مصنّف نے تمام جزئیات پر الگ الگ عرق ریزی کی اور عنوانات کو پوٹھوہار کے قارئین کی راہنمائی و آسانی کیلئے پنجابی پوٹھوہاری ادب سے منطبق کرنے کیلئے معروف شعراء کے کلام سے عُمدہ مثالیں پیش کیں۔ محراب خاؔور صاحب نے اِس قسم کی دیگر کتب کے مؤلفین کی طرح مختلف کتب سے تھوڑا تھوڑا مواد یکجا کر کے ایک نئی کتاب مرتّب کرنے کے بجائے اپنے علم و فن اور فکری بصیرت سے کام لیتے ہوئے متعدد عنوانات کے تحت نئے

اور عُمدہ اضافے کیے ہیں؛ جو یقیناً اُردو ادب کے قارئین کیلئے بھی معلومات افزاء ثابت ہونگے۔عنوانات کی فہرست پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب ہٰذا میں شعروسُخن کے حوالے سے تقریباً تمام اہم اُمور کو زیرِ بحث لایا گیا ہے مثلاً اصنافِ سُخن، تنقید نگاری،علمِ عروض،بحُور،شعر کی حقیقت، شاعری کے نقائص،اقسامِ شاعری،صنعاتِ شاعری،فنِ بلاغت وعلمِ بیان وغیرہ۔افادیت و اہمیت کے اعتبار سے بیشتر عنوانات پر مفصّل بحث کی گئی ہے جبکہ دیگر کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔خصوصاً تنقید نگاری،تنقید کی اقسام اور مختلف تنقیدی دبستانوں کا تعارف مفصّل تحریر کیا گیا ہے۔کتاب کا یہ حصّہ پوٹھوہار کے نام نہاد تنقید نگاروں کیلئے یقیناً راہنمائی کا باعث بنے گا۔آخر میں فاضل مصنّف سے یہ درخواست ضرور کرونگا کہ وہ نقد ونظر کے حوالے سے اپنی نگارشات کا سلسلہ جاری رکھیں خصوصاً ترجمہ نگاری اور تمثیلی شاعری جیسے مشکل ترین فن کے حوالے سے اُنکا وسیع علم و تجربہ یقیناً اِس فن کو سمجھنے اور سہل کرنے میں انتہائی معاون ثابت ہوسکتا ہے۔ربِّ جلیل سے دُعا ہے کہ وہ فاضل مصنّف کے علم وفضل میں مزید اضافہ عطا فرمائے اور اراکینِ دارُالادب کو ادب آمیز وادب آموز سلسلۂ اشاعت جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

خاکسار

قاسم اقبالؔ جلالی

چراہ۔اسلام آباد

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اِستدراک

برسوں پہلے کی بات ہے جب میں طالب علم تھا' اکثر سوچا کرتا تھا کہ پوٹھوہار میں مروّج شعروسُخن کو پنجابی ادب کی کونسی اصناف سے اخذ کیا گیا ہے۔۔؟ اِس کے وزن اور بحر کو کس پنجابی صنف کے وزن اور بحر سے اخذ کیا گیا ہے۔۔؟ بظاہر یہ وارث شاہؒ کی ہیر کی بحر میں ڈھلی ہوئی لگتی ہے۔ پھر یہ کہ ہیر وارث شاہ کی بحر خود شاہ صاحبؒ کی ساختہ پرداختہ ہے یا اُنہوں نے کسی دوسرے فنکار سے اکتساب کی ہے۔۔؟ سی حرفی کے وزن اور عام چومصرعے کے وزن میں جو بنیادی فرق ہے اُس کا اصل سبب کیا ہے۔۔؟ سی حرفی کا وزن جن افعال اور ارکان سے متعیّن ہوتا ہے وہ افعال اور ارکان چومصرعے کے وزن میں ذرا کم محسوس ہوتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے۔۔؟ خود ہیر وارث شاہ جو اِس تول ترازو کی بنیادی اکائی ہے' اس کے اکثر مصرعے اِس مقررہ وزن پر پورے نہیں اُترتے۔ اکثر سی حرفی نگار شعراء کے ہاں یہی شُتر گربگی پائی جاتی ہے۔ اکثر چومصرعوں کا وزن کرتے ہوئے حروفِ ابجد وزن سے خارج ہوجاتے ہیں۔ اگر حروفِ ابجد کو شامل رکھا جائے تو مصرعے کا وزن بے وزنی کا شکار ہوجاتا ہے۔ چونکہ وزن شعر کی بنیادی ضرورت ہے۔ جو شعر وزن کی خوبی اور درستی سے عاری ہے اُسے نثر پارہ ہی کہہ سکتے ہیں' نظم پارہ نہیں۔ اِس کے علاوہ ایک شعر کئی ایک فنّی محاسن کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ محاسن کیا ہیں۔۔؟ ان کی تعریف کیا ہے۔۔؟ اِن کے استعمال اور موجودگی سے شعر کا فنّی معیار بلند ہوجاتا ہے۔ اگر شعر میں کہیں جھول آجاتی ہے تو اُس

کا اصل سبب کیا ہوتا ہے۔۔؟ کسی ایک فنّی خوبی کے فقدان سے شعر کی تاثیر مفقود ہوجاتی ہے۔ گویا زندگی بخش لقمہ حلق میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ شعر بلاغت کا بلند درجہ کن خوبیوں کی بنیاد پر حاصل کرتا ہے۔۔؟ اگر ان خوبیوں کو شعر میں شامل نہ کیا سکے تو شعر کو شعر کہا جاسکتا ہے۔۔؟ کیا شعر لکھنے والے حضرات (شعراء) شعر کے فنّی محاسن سے پوری طرح آگاہ ہوتے ہیں۔۔؟ یا

''کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی'' ۔۔۔؟

کیا فصاحت و بلاغت کے زرّیں اصول فکرِ شعر کے وقت شاعر کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔۔؟ اگر موجود نہیں ہوتے تو اِس ضرورت کو کون پورا کرتا ہے۔۔؟ اور اگر موجود ہوتے ہیں تو مثلاً غزل کے تمام شعر یکساں معیار کے کیوں نہیں ہوتے۔۔؟ فنِ بلاغت کے علاوہ علمِ معانی، علمِ بیان اور علمِ بدیع کے ساتھ شعر کا تعلق کیا ہے۔۔؟ تشبیہہ۔ استعارہ۔ مجاز اور کنایہ شعر کے لوازمات ہیں۔ اِن کے بغیر شعر ایک ایسے بدن کی مانند ہے جس میں ابھی نفخۂ روح داخل نہیں ہوا۔ اِن محاسن کا موزوں استعمال ایک ماہر نگینہ ساز کا ہنر مانگتا ہے۔ کیا ہر شاعر اِن کی ماہیّت و اہمیت کو سمجھتا ہے۔۔؟ کیا اُس کا فن از خود مکمل ہے۔۔؟

غرض اس طرح کے سینکڑوں سوالات دِل و دماغ کو اپنی جولاں گاہ بنائے رکھتے تھے۔ جو کتابیں دستیاب تھیں اُن میں وہ جوابات موجود نہیں تھے جو اِس ڈور کو سُلجھا سکتے۔ اسی اُدھیڑ بُن میں برسوں کا زمانہ بیت گیا۔ میں اِس خُشک اور نظر فریب سراب میں ایک ایک قطرہ پانی تلاش کرتا رہا' تا کہ نہ صرف اپنی بلکہ اہلِ ذوق کی تشنہ لبی کا مداوا

کرسکوں۔ فنِ شعر کے ماہرین سے رابطے پیدا کیے۔ اُن کی آراء، تبصروں اور کتابوں سے استفادہ کیا۔ پوچھنے میں شرم محسوس کی نہ جواب سُننے میں کوتاہی کی۔ جو کچھ اور جہاں سے ملتا گیا میں اپنے کشکولِ گدائی میں بھرتا گیا۔ تا آنکہ رحمت کے یہ چند گھونٹ پوٹھوہار کے زندہ ذوق احباب کو پیش کرسکوں۔ یہ دھرتی میری جنم بھومی ہے، مجھے اِس دھرتی کے باسیوں سے محبت اور عقیدت ہے۔ بقول اقبالؒ

شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

میں خداوند لاشریک کی عطا و توفیق کا شکر گزار ہوں کی میری برسوں کی مشقت اور راتوں کی شب بیداری آج ''فنِ شاعری اور اُس کی حقیقت'' کے عنوان سے کتاب کی شکل میں مرتّب ہو رہی ہے۔ اگر اِس کتاب میں کوئی علمی و ادبی خوبی موجود ہے تو وہ عطا کرنے والے کریم کی عطا ہے۔ اور اگر کوئی نقص اور خامی ہے تو وہ میرے نفسِ امّارہ کا حصّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس کوشش کو قبول فرمائے۔ اور اہلِ ذوق کے لیے فائدہ رساں بنائے۔

آمین

نیاز آگین
محراب خاور گوجر خان
ستمبر ۶، ۲۰۱۰ء

ادب کیا چیز ہے؟

ادب کا لفظی مادہ بہت پرانا ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کے معنی اور مفہوم میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور یہ عام طور پر عادت، روایت، ورثہ اور عملی طور طریقوں کے لئے استعمال ہوتا رہا۔ عربوں کے نزدیک ادب کا لفظ تین حروف یعنی ''ء۔د۔ب'' سے بنا ہے۔ جس کے معنی حیران کن بات، عادت یا ضیافت کے لئے جاتے تھے۔ ادب کے ماہرین کا دعویٰ ہے کہ ادب اور آداب کے الفاظ دراصل لفظ ''داب'' سے بنے ہیں۔ یہ الفاظ اچھے اخلاق اور شائستہ طور طریقے کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں ۔اس طرح ادب کا مفہوم اسلامی تہذیب وثقافت کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ پہلی صدی ہجری میں ادب کے اخلاقی اور معاشرتی معانی کے ساتھ ایک علمی وفکری مفہوم کا اضافہ ہوا، اور ادب کا لفظ تمام علمی اقسام پر محیط ہو گیا۔ اس طرح شاعری، خطابت ،لغت، عروض اور صرف ونحو تک ادب کے دائرے میں داخل ہو گئے۔

اُموی دورِ حکومت میں ادیب ایسے شخص کو کہا جاتا تھا جو عربوں کی قدیم شاعری، تاریخ اور ثقافت کا ماہر ہوتا تھا۔ تیسری صدی ہجری کا معروف عربی ادیب الجاحظ عرب محاورے، اشعار، انساب اور روایات کا گہرا علم رکھتا تھا۔ چھٹی صدی ہجری میں ایرانی ادیبوں نے فارسی زبان کے پڑھنے پڑھانے کے لئے ادب کا لفظ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح زبان کا تدریسی عمل بھی ادب کے زمرے میں شمار ہونے لگا۔ بنابریں دیگر علوم جیسے کیمیا، جفر، رمل، داستان گوئی اور اخبار وخبریں بھی ادب میں

داخل ہوگئیں۔ انہی بنیادوں پر ایک انگریز ناقد میتھیو آرنلڈ نے ہر کتابی علم کو ادب کے دائرے میں داخل کرلیا ہے اور اسی قول کی وجہ سے انگریز فلاسفر ہیوم، سائنس دان نیوٹن، ماہر نفسیات فرائڈ اور تاریخ انسانی کے عالم ڈارون کو بھی ادیب سمجھا جاتا رہا ہے۔ وقت کا دھارا بہتا رہا۔ انسان عقل و علم کے اس نہج پر آپہنچا کہ علم اور ادب کے درمیان ایک حدِ فاصل قائم ہوگئی۔ ماہرین نے ثابت کردیا کہ علم کا تعلق انسانی ذہن و فکر سے ہے۔ جبکہ ادب کا تعلق جذبات اور احساسات سے ہے۔ یعنی منطقیات کا نام علم اور وجدانیات کا نام ادب ٹھہرا۔ ادب زندگی کی تصویر اور اس کا ترجمان ہے۔ یہ ایک لطیف فن ہے جس کو بروئے کار لاکر ادیب انسانی جذبات اور خیالات کو مخصوص اور شخصی صفات کے مطابق زندگی کی داخلی اور خارجی حقیقتوں کی ترجمانی اور تنقید کرتا ہے۔ تخیل اور اظہار کے اچھوتے انداز اختیار کرتا ہے۔ تا کہ اس کا بیان قارئین پر موثر ثابت ہو سکے۔

ادب کی اقسام

بنیادی طور پر ادب کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں:

ا۔ نظم ۲۔ نثر

علم و ادب کا ادراک رکھنے والے حضرات اس تقسیم سے اتفاق نہیں کرتے۔ اُن کا کہنا ہے کہ بہت سی منظوم تحریریں مثلاً ریاضی، جیومیٹری، الجبراء اور جغرافیہ کے قاعدے ادب

کا حصہ نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح صرف ونحو کی نثری کتابیں ،سائنسی کلیات کی کتابیں،سیاست،تاریخ اور قانون کی کتابیں وغیرہ ادب کے دائرے سے خارج ہی رہیں گی۔البتہ ایک مغربی مفکر" کیوزننگ" نے اس طویل بحث کا یہ کہہ کر فیصلہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ ادب کی اول قسم سادہ ادب ہے اور قسم دوم تخلیقی ادب۔اس طرح تاریخ ،سائنس ،نفسیات اور فلسفہ سادہ ادب میں شمار کیے جائیں گے لیکن تخلیقات نظم میں ہوں یا نثر میں ،تمام تر تخلیقی ادب میں گردانی جاتی ہیں۔

ا۔ نظم

ادب کا سب سے پرانا اور دلچسپ روپ نظم ہے۔انسان نے جب سے زبان وبیان سے کام لینا اور اپنے خیالات کو لفظوں میں پیش کرنا شروع کیا،سب سے پہلے جو چیز وجود میں آئی وہ شعر تھا۔بقول مولانا حالؔی جب دل میں جذبات لاوا بن جاتے ہیں تو شعر بن کر پھوٹتے ہیں۔البتہ نظم کے مقابلے میں نثر بہت بعد کی پیداوار ہے۔جب انسان نے لکھنا پڑھنا شروع کیا اس کے پاس الفاظ وتراکیب کا معقول ذخیرہ جمع ہو گیا۔تو اپنے وقت پر نثر بھی ذریعۂ اظہار بنی۔نثر کے لئے عقل ودماغ کی ضرورت تھی۔جبکہ شعر کا تعلق جذبات اور وجدانیات سے ہے اس لئے سب سے پہلے شعر وجود میں آیا۔

شعر کا تعلق شعور سے ہے،اس کے معنی واقفیت اور آگاہی کے ہیں۔اس لئے شعور اور

ادراک ہی سے شعر کو سمجھا جا سکتا ہے۔ شعر ایسے موزوں کلام کو کہتے ہیں۔ جس میں عروض کے اصولوں کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ اور جذبات کا اظہار موزوں انداز میں کیا جاتا ہے جسے عموماً اُسلوب کہتے ہیں۔

شعر کے مختلف حصّے

شعر کو عموماً بیت بھی کہتے ہیں۔ عربی لغت میں بیت کے معنی گھر کے ہیں۔ دو مصرعوں کے علاوہ چار مصرعی اشعار کو بھی بیت ہی کہتے ہیں۔ دو مصرعہ شعر کے پہلے مصرعہ کو مصرعۂ اوّل اور دوسرے مصرعہ کو مصرعۂ ثانی کہتے ہیں۔ جبکہ چو مصرعہ کی صورت میں تیسرے مصرعہ کو مصرعۂ ثالث اور چوتھے کو مصرعۂ رابع کہنا چاہئے۔ عروض کے حوالے سے شعر کے مختلف حصوں کے نام علمِ عروض کے حصے میں بیان کئے جائیں گے۔

بحر یا وزن

عربی میں بحر سمندر یا دریا کو کہتے ہیں۔ سمندر کی وسعت اور گہرائی کو ملحوظ رکھ کر شعر کی گہرائی اور گیرائی کو بحر کا نام دیا گیا ہے۔ علمِ عروض کے بانی خلیل بن احمد بصری (متوفی 170 ہجری) نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران شعر کے عروضی اوزان مقرر کئے اور اُنیس (19) بحروں کو تخریج کیا۔ شعر میں بحر ایک پیمانہ ہوتا ہے جو مخصوص الفاظ کی ترتیب اور تکرار سے وجود پاتا ہے۔ یہی پیمانہ شاعر کی شعری ٹکسال بنتا ہے۔

مذکورہ اُنیس بحروں میں تین بحریں زیادہ مشہور اور متداول ہیں یعنی

۱۔بحر رمل:	فاعِلاتُن	فاعِلاتُن	فاعِلاتُن	فاعِلاتُن
۲۔ بحر رجز:	مُستَفعِلُن	مُستَفعِلُن	مُستَفعِلُن	مُستَفعِلُن
۳۔بحر کامل:	مُتفاعِلُن	مُتفاعِلُن	مُتفاعِلُن	مُتفاعِلُن

نوٹ: مذکورہ تینوں بحریں عروض کی مفرد بحروں میں سے ہیں۔

ردیف

اُن خاص الفاظ کو ردیف کہتے ہیں، جو شعر کے آخر میں آتے اور صوتی آہنگ پیدا کرتے ہیں جیسے

ڈِھل مَٹھ تیری نال ہو جاندائے پیدا دِلاں اندر اضطراب ساقی
چُلی چُلی وی ہووے تے ہرج کوئی نئیں لبھے پَئی شتاب شتاب ساقی
(پیر فضل گجراتی)

وکھری جہی طریقت اے عاشقی دی گُھجا سبق وفا دا عشق دیندا
کبر حرص نکاری دے ماریاں نوں نکتہ دَس رضا دا عشق دیندا
(محراب خاور)

کاروان سُتا عین کوچ ویلے لبھے منزل دا نام و نشان کتھوں

کھوہ نیناں دے گیڑنے چھوڑ دِتے ہری ہووے گی کشتِ ویران کتھوں
(جاوید شمشاد)

اوپر کے شعروں میں ''ساقی، عشق دیندا اور کتھوں'' بطور ردیف استعمال ہوئے ہیں ردیف جس قدر لطیف اور برجستہ ہوتی ہے شعر کی لطافت اور پذیرائی میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے۔

قافیہ

ہر شعر میں ردیف سے پہلے ہم وزن الفاظ بدل بدل کر آتے ہیں، اِن کا صوتی آہنگ ایک جیسا ہوتا ہے، یہی الفاظ قافیہ کہلاتے ہیں۔ مثلاً

لوکی کہن کافر مالدار ہویا دیکھ خال سنہری رخسار اُتے
یا ایہہ حکم خدا دے نال بیٹھا شاہِ حبش تختِ زرنگار اُتے
اوہدے دیکھ رخسار رقیب سڑیا میری روح رخسار توں ہوئی صدقے
اُدھر اَگ اُتے پئی اَگ بلے اِدھر نور چمکے پیا نار اُتے
(حکیم غلام حسن المعروف گاموں وفات 1916ء)

غزل کے ان اشعار میں رخسار، زرنگار اور نار تینوں الفاظ قافیہ ہیں۔

حکیم گاموں کی ایک اور مشہور غزل کا شعر ہے:

کنگھی پھیر کے یار نے مانگ کڈھی نکتہ لبھیا اَساں اِس بات وچوں